توریت میں
شہادتِ امام حسین علیہ السلام
کی پیشین گوئیاں

متن

"کتاب عجیب فی اخبار الذبیح الغریب"

از

شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی رضوی نجیب آبادی

ترتیب و تعارف **نیر مسعود**

S
4
165

توریت میں
شہادتِ امام حسین علیہ السلام
کی پیشین گوئیاں

متن

"کتابِ عجیب فی اخبار الذبیح الغریب"

از

شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی رضوی فیض آبادی

ترتیب و تعارف

نیر مسعود

(جملہ حقوق محفوظ)

توریت میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام کی پیشین گوئیاں

متن
"کتابُ عجیب فی اخبار الذبیح الغریب"

مصنف ———— شعلۃ الحکیم سید افضل علی رضوی

تعارف ———— نیر مسعود

کتابت ———— سید جعفر صادق

ناشر

ادارۂ تمدنِ اسلام کراچی پاکستان

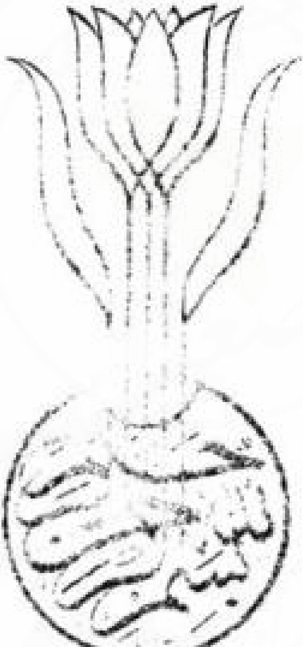

maablib.org

تحریر حضرت مجتہد العصر والزمان
بحر العلوم جناب مولوی سید علی محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ

باسمہٖ سبحانہٗ و بحمدہٖ ما اعلیٰ شانہٗ

پوشیدہ نہ رہے کہ اس رسالۂ مفید اور عجالۂ سدید کو اس کے مصنف علامۂ عالی جناب، معلی القاب، دولت و صولت ایاب، حذاقت مآب، متوسد وسادۂ جاہ و جلال، مربع نشین چار بالش عزت و اقبال، بقراط العصر، سقراط دہر، ارسطوئے زماں، جالینوس دوراں، جناب نواب سید افضل علی خاں عرف حکیم شفاء الدولہ بہادر دام اقبالہٗ و زاد اجلالہٗ نے نظر تحسین میں گذرانا اور میں نے اصل بشارت کی اصل عبرانی سے تصدیق کر لی۔ واقعی یہ بشارت صحیح اور اشارت صریح ہے۔ اور بیانات اس کے جو نتائج افکار ابکار سے جناب ممدوح کے ہیں وہ بھی نہایت چست و درست اور بہ غایت مضبوط و مربوط ہیں۔ شکر اللہ سعیہٗ واجزل رعیہٗ وایدہٗ وحماہٗ ووفقہٗ لما یحبہٗ و یرضاہ۔ مہر طغرائی- علی سمع الحق۔

مہر خرد سادہ "سید علی محمد"

(دو سطریں عبرانی)

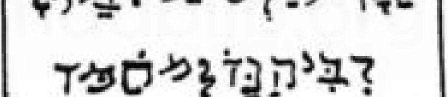

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

ان صفحات میں جس نادر کتاب کا متن پیش کیا جا رہا ہے اس کا تعلق سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حالات سے ہے، لیکن مصنفِ کتاب نے ان حالات پر ایک مخصوص زاویے سے روشنی ڈالی ہے۔

توریت کی کتاب اشیا کے باب ۵۳ میں زمانۂ مستقبل کے ایک شہید کے متعلق پیشین گوئیاں ملتی ہیں، جن کو اہلِ توریت یرمیاہ نبی سے اور اہلِ انجیل حضرت عیسیٰؑ سے متعلق بتاتے ہیں۔

"کتابِ عجیب" کے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ جناب یرمیاہ اور حضرت عیسیٰؑ پر یہ پیشین گوئیاں صادق نہیں آتیں اور دراصل ان کا تعلق حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کی شہادت سے ہے۔ مصنف نے پیشین گوئیوں کے فقرے نقل کر کر کے حالاتِ سید الشہداء سے ان کی تطبیق کی ہے۔ اس لحاظ سے حسینی ادب میں اس کتاب کی اپنی اہمیت اور انفرادیت ہے۔

مصنفِ کتاب: شفاء الدولہ حکیم سید افضل علی رضوی ابن سید اکبر علی رضوی

اپنے عہد کے مشاہیر میں تھے[۱]۔ ان کی ولادت فیض آباد میں تخمیناً ۱۲۳۷ھ (۱۸۲۲ء) میں ہوئی۔ ان میں اکتساب علم کی غیر معمولی صلاحیت تھی۔ نو سال کی عمر میں وہ عربی کی علمی کتابیں پڑھنے لگے تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں وہ عربی درسیات سے فارغ ہو گئے۔ اس کے بعد ان کی توجہ علم طب کی تحصیل کی طرف ہوئی اور انھوں نے فیض آباد کے ماہرین سے استفادہ کیا لیکن وہاں ابن سینا کی کتاب قانون کی شرحیں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کا یہ سلسلہ رکنے لگا تو وہ محمد علی شاہ بادشاہ اودھ (۱۲۵۳ھ تا ۱۲۵۸ھ) کے آخری دور میں لکھنؤ آ گئے۔ وطن سے جدائی شاق تھی جسے انھوں نے تحصیل علم کے شوق میں گوارا کیا۔

لکھنؤ میں انھوں نے سید العلماء مولوی سید حسین (ابن غفرانمآب مولوی سید دلدار علی) سے فقہ، حدیث، ہیئت اور انھیں کے ایک شاگرد حکیم مرزا غازی الدین سے قانون کے درس لینا شروع کیے۔ لیکن چھ مہینے بعد فیض آباد میں ان کے چاہنے والے باپ کی وفات ہو گئی اور انھیں وطن واپس جانا پڑا۔ وہاں نو مہینے تک رہ کر وہ پھر لکھنؤ واپس آ گئے۔

اس عرصے میں حکیم غازی الدین کی وفات ہو گئی تھی۔ محمد علی شاہ بھی وفات پا چکے تھے اور ان کی جگہ امجد علی شاہ تخت نشین تھے۔ انھوں نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ سید العلماء کی تجویز سے سید افضل علی اس مدرسے کے معلموں میں مقرر ہو گئے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے حکیم نبا صاحب کی شاگردی اختیار کر کے "قانون" کا درس مکمل کر لیا۔ مطب بھی شروع کر دیا اور اب ان کی گزر اوقات اچھی طرح

---

[۱] شفاء الدولہ کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے کتاب "شفاء الدولہ کی سرگزشت" از نیر مسعود مشمولہ سہ ماہی "اردو" کراچی۔ شمارہ ۳ ۱۹۸۹ء و شمارہ ۱ ۱۹۹۰ء۔

ہونے لگی۔ فیض آباد سے ان کے اقربا بھی لکھنؤ آ گئے اور ان کی شادی بھی ہوگئی۔ لیکن رخصتی کے ایک سال کے اندر ان کی اہلیہ سِل میں مبتلا ہو کر فوت ہوگئیں۔ سیّد افضل علی کو ان کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ ترکِ دنیا کر کے سال بھر تک اہلیہ کے مقبرے میں معتکف رہے۔ آخر ایک دن انھوں نے خواب میں دیکھا کہ اہلیہ ان سے سوگ ختم کر کے دوسری شادی کر لینے کو کہہ رہی ہیں۔

افضل علی مقبرے سے باہر نکلے اور اپنی ہیئت درست کر کے پھر کارِ دُنیا میں مصروف ہوگئے۔ رفتہ رفتہ ان کو ایک طبیب کی حیثیت سے شہرت حاصل ہوگئی لیکن مزید تحصیل کی غرض سے وہ لکھنؤ کے مشہور طبیب حکیم مرزا محمد علی کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ انھوں نے عقدِ ثانی بھی کر لیا۔ حکیم مرزا محمد علی کی وفات کے بعد سیّد افضل علی نے لکھنؤ کے ایک اور بہت ممتاز طبیب مسیح الدولہ حکیم حکیم مرزا علی حسن کی شاگردی اختیار کر لی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد امجد علی شاہ کی وفات ہوگئی اور اب سلطان عالم واجد علی شاہ اودھ کے بادشاہ ہوئے (۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء)۔ مسیح الدولہ کو نئے بادشاہ کے دربار میں تقرب حاصل ہوگیا اور انھیں کے وسیلے سے حکیم افضل علی بھی بادشاہ تک پہنچے۔ بادشاہ نے ان کی ذہانت اور فضل و کمال سے متاثر ہو کر ان کو اپنا طبیب اور ندیم خاص بنا لیا۔ انھیں "تاج الاطبا، خلاصۃ الحکما، سیادت پناہ، ذکاء الملک، شفاء الدولہ، سیّد افضل علی خان بہادر، مدبر جنگ" کا خطاب (جو سونے کی ایک تختی پر کندہ تھا)، ان کے نام کے سجع کی انگوٹھی، دو گاؤں کی معافی، واجد گنج، داراب کی حویلی، موتی باغ، پچیس ہزار کے نوٹ، ملبوس خاص، تلوار، کلاہ عالم پسند، سواری کے لیے تام جھام، دو گھوڑوں والی بگھی اور کچہری میں ایک اعلیٰ عہدہ دیا۔ اب شفاء الدولہ کا شمار لکھنؤ کے رؤسا اور عمائدین میں ہونے لگا۔

انھوں نے بادشاہ کے لیے ایک کتاب "چشمۂ حیات" لکھی جو بادشاہ نے اپنے مطبع "مطبع سلطانی" سے سنہ ۱۲۷۰ھ میں چھپوائی۔ شفاء الدولہ کی عالی شان حویلی چوک میں تھی۔ اب اسی جگہ پر اصغر علی محمد علی تاجرانِ عطر کی کوٹھی خانہ بلڈنگ ہے۔

یہ شفاء الدولہ کی زندگی کا بہترین دور تھا۔ لیکن دس سال کے اندر اس دور کا خاتمہ ہوگیا۔ سنہ ۱۸۵۶ء (سنہ ۱۲۷۲ھ) میں انگریزوں کے ہاتھوں اودھ کی سلطنت ضبط اور واجد علی شاہ معزول ہوگئے۔

۱۲ مارچ سنہ ۱۸۵۶ء بادشاہ دادخواہی کی غرض سے کلکتے روانہ ہوئے۔ اور شفاء الدولہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ کلکتے کی آب و ہوا شفاء الدولہ کو راس نہیں آئی۔ وہ بیمار پڑ گئے اور بادشاہ نے انھیں لکھنؤ جانے کی اجازت دے دی۔ لکھنؤ پہنچ کر ان کی صحت بحال ہونے لگی لیکن انھیں اطلاع ملی کہ کلکتے میں کچھ لوگوں نے بادشاہ کو اُن سے بدگمان کر دیا ہے۔ شفاء الدولہ اسی حالت میں پھر کلکتے روانہ ہوگئے۔ بادشاہ سے ملے۔ بادشاہ کا دل اُن سے صاف ہوگیا اور انھیں پھر واپسی کی اجازت بھی مل گئی، لیکن کچھ عرصے بعد شفاء الدولہ پھر سخت بیمار پڑے۔

اُدھر لکھنؤ میں سنہ ۱۸۵۷ء کی آگ بھڑک اُٹھی۔ بادشاہ قید کر لیے گئے اور دو سال سے اوپر زنداں میں رہے۔ اسی زمانے میں شفاء الدولہ کلکتے سے چلے آئے۔ اِسے اُن کی احسان فراموشی پر محمول کیا گیا۔ واجد علی شاہ کو بھی اُن سے ملال پیدا ہوگیا اور اس کا اظہار اُنھوں نے اپنے ایک منظوم خط میں کیا جو شفاء الدولہ کی عرض داشت کے جواب میں زنداں سے گیا تھا۔

اودھ پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہونے کے بعد شفاء الدولہ نے فیض آباد کو اپنا مستقر بنا لیا۔ انھوں نے طبِ یونانی کے ساتھ انگریزی طریقۂ علاج ایلوپیتھی میں بھی کمال حاصل کیا۔ ان کی ضخیم تصنیف "جامع شفائیہ" ایک عرصے تک ایلوپیتھک

طریق علاج پر فارسی کی مقبول ترین کتاب رہی۔

رفتہ رفتہ شفاء الدولہ کی کھوئی ہوئی ساکھ بحال ہوگئی اور انھوں نے اودھ کے ایک سنجیدہ رئیس، حاذق طبیب اور فاضل مصنّف کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی۔ واجد علی شاہ کی داد و دہش سے ان کی مالی حالت بہت اچھی ہوگئی تھی۔ وہ مریضوں سے فیس قبول نہیں کرتے تھے اور یہ کہہ کر انکار کر دیتے تھے کہ مجھ کو جو کچھ لینا تھا اپنے بادشاہ سے لے چکا۔

تخمیناً اسّی (بہ حساب ہجری بیاسی) سال کی عمر تک شفاء الدولہ فیض آباد میں طبابت اور تصنیف و تالیف کرتے رہے اور حبس البول کے مرض میں مبتلا ہو کر فروری ۱۹۰۲ء (ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ) میں ان کی وفات ہوگئی۔

حکیم شفاء الدولہ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ مذہبیات اور طب وغیرہ پر ان کی سولہ کتابوں کا ہمیں علم ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:-

(۱) انارۃ البصائر و کشف السرائر۔
(۲) تبیان العرفان
(۳) تدبیر الغریق
(۴) تذکرۂ شفائیہ
(۵) تلخیص البیان
(۶) جامع شفائیہ و افادات کامریہ
(۷) جنۃ الواقیہ لسہام امراض وبائیہ
(۸) چشمۂ حیات
(۹) رسالہ عربیہ فی استخراج المزاج المرکب من الادویہ

(۱۰) طبقِ حکمت

(۱۱) علم قیافہ

(۱۲) قصۂ عبرت مزیل وحشت

(۱۳) کتابِ عجیب فی اخبار السید القریح الغریب

(۱۴) کتاب فی ذکر امام

(۱۵) مختصر الادویہ

(۱۶) مقدمۃ المعرفت

نہیں کہا جاسکتا کہ ان کتابوں کے علاوہ شفاء الدولہ نے اور کیا کیا لکھا ہے۔ ان کی تالیف "انارۃ البصائر" (اردو) بڑی تقطیع کی چار جلدوں میں ۱۲۲۸ صفحات کو محیط ہے۔ یہ اصولِ دین کے موضوع پر ہے۔ "قصۂ عبرت مزیل وحشت" اردو مثنوی کی شکل میں شفاء الدولہ کی آپ بیتی ہے جو اس وقت تک کے حالات بتاتی ہے جب واجد علی شاہ کلکتے میں قید اور شفاء الدولہ وہاں پریشان تھے۔ شفاء الدولہ اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ "جامع شفائیہ" ۔ "تذکرۂ شفائیہ" وغیرہ فارسی میں ہیں، "تبیان العرفان" اور کچھ دوسری کتابیں عربی میں ہیں۔

"کتابِ عجیب فی اخبار السید القریح الغریب" شفاء الدولہ نے اُردو میں لکھی ہے۔ کتاب کے موضوع کی وضاحت ابتدا میں کی جا چکی ہے۔ اس کا مطبوعہ ایڈیشن بھی اب نوادر کے حکم میں ہے۔ اس ایڈیشن کا کاغذ بدرنگ ہو کر گل چکا ہے اور اس کی عمر تھوڑی رہ گئی ہے۔ موضوع کی اہمیت اور افادیت کے پیشِ نظر اس کی نئی اشاعت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

پہلے ایڈیشن کی کتابت پرانے انداز سے علاماتِ اوقاف اور پیراگرافوں

کے بغیر ہوئی تھی۔ زیرِ نظر اشاعت میں یہ نقص رفع کر دیا گیا ہے۔

اپنے لائق شاگرد مولوی سیّد محمد رضا ساجد زید پوری کا ممنون ہوں کہ انھوں نے "کتابِ عجیب فی اخبار السیّد الذبیح الغریب" کا مطبوعہ نسخہ فراہم کیا۔

نیّر مسعود (۱۲ دسمبر ۱۹۹۲ء)
"ادبستان"، دین دیال روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۰۳۔
(ہندوستان)

maablib.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ رَزِیۃٍ وَ بَلَآءٍ وَالصَّلوٰۃُ
عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَ اٰلِہِ الشُّھَدَآءِ الْاَتْقِیَآءِ

وبعد، واضح ہو کہ یہ کتاب مشتمل ہے بیان پر اُن اخبارات کے جو بعض کتب سماویہ سابقہ میں، درباب شہادت سبط رسول الثقلین حضرت امام حسینؑ صلوات اللہ علیہ بطور پیشین گوئی وارد ہیں کہ عربی میں اس کو بشارت کہتے ہیں۔ اور نام اس کتاب کا "کتابِ عجیب فی اخبارِ السیدِ الذبیحِ الغریب" ہے۔ اور یہ مشتمل ہے اوپر ایک مقدمے اور تین فصل کے۔

مقدّمہ

از آں جا کہ اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے شہادتِ سید الشہداء کی خبر انبیائے سابقین کو اپنے قبل از وقوع واقعہ، دے کر انھیں رُلایا ہے، اور جو اُن پر ظلم ہوتے تھے، اس کی تسکین اس قصے کی نقل سے فرمائی ہے۔ جیسا کہ جناب سید المرسلینؐ کے لیے اس شہادت کی اطلاع کے بعد قصہ حضرت یوسفؑ کو بیان فرما کر قرآن میں تسکین فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ سب پیغمبروں کی کتابیں موجود نہیں نہ ان کی پیشین گوئیاں مذکور ہیں کہ اُن سے حال اس کا معلوم ہو کہ کس کس نبی نے اس واقعۂ الم کے بیان میں تصریح کی ہے، مگر منجملہ کتب انبیائے بنی اسرائیل جو توراۃ میں ہیں حضرت اشعیا نبی کی کتاب میں وقتِ مطالعہ بہ نسبت اس معرکے کے پیشین گوئی پائی گئی، جس کا سنانا مومنین کو مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ہر چند بشارات، بہ سبب اس کے کہ اس میں صاف صاف نام نہیں ہوتا بلکہ اوصاف مبشر بہ کے مذکور ہوتے ہیں، اسی سے ہر شخص کو اس سے استدلال کرنا بہ ادنیٰ مناسبت ممکن ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس بشارت سے بھی اہل کتاب اپنے اپنے مطلب پر استدلال کرتے ہیں۔

مثلاً اہلِ توراۃ کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بہ حق یرمیاہ پیغمبر ہے، اور اہلِ انجیل کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بہ نسبت حضرت عیسیٰ کے ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ جس میں انطباق بشارت کا ہو جائے اور اوصافِ مذکورہ بہ وجہ اتم ثابت ہو جائیں، واقع میں وہی مبشر بہ اس بشارت کا ہو سکتا ہے، اور جس میں کہ مانع صدق اوصاف پایا جائے وہ اس کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے پہلے ہم بشارت کو لکھتے ہیں اور ان اوصاف کو ثابت کرتے ہیں، بعد اس کے پھر یہ بھی بیان کریں گے کہ جو اس سے مراد اور اہلِ کتاب لیتے ہیں وہ بہ ایں وجوہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور یہ بھی اس رسالے کو دیکھنے والے پر پوشیدہ نہ رہے کہ انبیائے بنی اسرائیل میں جو صاحبِ صحف ہوئے ہیں، کہ منجملہ ان کے حضرت اشعیا پیغمبر بھی ہیں، یہ حضرات تابع شریعت موسوی تھے۔ ان کی نبوت یہ تھی کہ مثل ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام کے، ہدایت خلق کو خداپرستی کے لیے کرتے تھے اور شریعت موسوی کے مبلغین اور حافظ رہتے تھے۔ اور پیشین گوئی ان کے صحف میں بہت ہے اور پیشین گوئیاں مختص بہ امر نبوت نہیں ہیں، بلکہ جو وقائع اور حوادث کہ زمانِ مستقبل میں ہونے والے تھے اس میں سے اکثر امورِ عظیمہ کی پیشین گوئی ان صحف میں موجود ہے۔

مثلاً جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ کا مبعوث ہونا اور بنی قیدار کی شوکت وقوت اور حضرتؐ کا صاحب جہاد ہونا اور صاحبِ شریعتِ تازہ ہونا اور ذکر قبلۂ اہلِ اسلام اور بیان

حالِ زبانِ رجعت ۔ یہ سب ان میں بہ کثرت موجود ہے کہ اقلّ الانام نے بعض بعض بشارات کو اُس سے کتاب "اثارۃ البصائر" میں نقل کیا ہے ۔ اسی طرح اکثر سلاطین کے اخبار، جو آنے والے تھے، ان صحیفوں میں موجود ہیں، یہاں تک کہ ریل گاڑی کی بھی اس میں خبر ہے اور اہلِ کتاب مُقر ہیں کہ ہاں! اس خبر میں اسی ریل گاڑی کا ذکر ہے ۔ اور بارہ امام علیہم السّلام جو فرقۂ اسلام میں ہوئے ہیں، ان کا بیان بہ طورِ وعدہ مصرّح ہے پھر یہ کسی کو اہلِ کتاب وغیرہ سے کہنے کا مقام نہیں کہ اس واقعۂ اُلمہ کو کہنے کی ضرورت، انبیائے بنی اسرائیل کو کیا تھی؟ کیونکہ جب امورِ عجیبہ جو امورِ دنیا کو فقط مفید ہیں مثل ریل گاڑی کے، مذکور ہوئے تو یہ قصۂ پُرغم وغصہ جو سراپا عجیب ہے اور صاحب اس کا جو مبشّر بہ ہے، ولیِ خدا اور جان و دل بندِ رسولِ خدا اور شفیع روزِ جزا ہے، یقینی لائق ذکر اظہارِ تاسف ہے ۔ اور یہ عقلی بات ہے کہ وقائع دہور سے یہ واقعہ بھی نہایت عجیب ہے، اس لیے قابلِ ذکر ہوا ۔ او رحقیقت میں تو وہی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ سے عشرہائے اسمٰعیلؑ پر وعدہ اس قربانی کا ہوا اور معرکۂ کربلا اُن حضرت کو دکھایا گیا اور وہ جناب روئے، تو اب تاسف اور تحزن اس پر انبیائے بنی اسرائیل کا بہ تاسّی حضرتِ جدِّ اعلیٰ و ہم بہ حسبِ قابلیتِ تاسف ضرور ہوا ۔ اسی لیے حق تعالیٰ انبیاء کو اپنے اس حادثے سے وقتاً فوقتاً مطلع فرماتا رہا اور وہ اس پر اسف و حُزن کا اظہار کرتے آئے ۔ اسی قبیل سے یہ بھی ہے ۔ فقط ۔

اور جب ان امور کو ہم بتا چکے تو اب ہم اُس عمدہ پیشین گوئی کو مختصر حلِ عبارت و تطبیقِ مضمون کے ساتھ نقل کرتے ہیں ۔

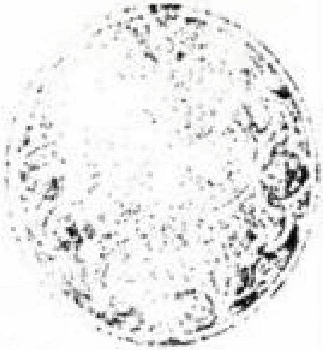

فصلِ اوّلؔ

بیان میں اس خبر کدورت اثر کے جسے نبیٔ بنی اسرائیل مقربِ پروردگار جلیل حضرتِ اشعیا نے بحق فرزند رسول الثقلین، نورِ نظر ابن الذبیحین اعلیٰ حضرت امام حسین صلوٰۃ اللہ علیہما مادام الخافقین فرمایا۔ جو تورات وانجیل زبانِ عبرانی ویونانی سے زبانِ اردو میں بحکم حکامِ ولایت انگلشیہ مترجم ہو کر بعد تصحیح چوتھی بار مرزاپور کے مقام میں چھپی ہیں۔ اس میں صحیفۂ یسعیاہ نبی میں، کہ انھیں اشعیا بھی کہتے ہیں، باب پنجاہ وسوم میں یہ پیشین گوئی اس طرح ہے:

باب ۵۳ ۱: "ہماری خبر پر کون ایمان لایا، اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔" فقط

پہلے اشارہ اس کا ہے جو اہلِ کوفہ وشام نے حُبِ دنیا اور کینۂ کفرِ اصلی کی راہ سے بغاوت اختیار کی اور پیغمبرِ خدا کے ارشادات کو بحقِ امام مظلوم بھلا دیا اور یزید پلید کی بیعت کر کے یہ چاہا کہ نسلِ محمدیؐ کو مٹا دیں۔

اور "خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔"

یہ اشارہ اس کا ہے کہ حق تعالیٰ نے نسلِ حسینیہ کو بچایا اور برکت دی، یا یہ کہ وہ جناب ظلِ عاطفت جناب رسالت مآب میں پرورش ہوئے اور دستِ شفقت حضرت کہ جو دستِ خدا تھا بہ دلیلِ کریمہ:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ، یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج"

اور نیز دستِ شفقتِ حضرت امیرؑ کہ بہ روایاتِ فریقین جن کا لقب یداللہ ہے، اُس جناب پر ہمیشہ رہا، تا این کہ خود ان کا دست حق پرست بہ موداے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ دستِ خدا ہوا، چنانچہ کتاب مناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ:

امام حسین علیہ السلام کو میں نے درِ خانۂ کعبہ پر چند روز پیشتر سفرِ عراق سے اس طرح پر دیکھا کہ جبرئیل امین اپنے ہاتھ میں اُن کا دستِ مبارک لیے ہیں اور بآواز بلند پکار رہے ہیں: ھلموا الیٰ بیعۃ اللّٰہ

یعنی دوڑو طرف بیعتِ خدا کے۔ یعنی بیعت حسینؑ مظلوم کی، جو بمنزلۂ بیعت خدا ہے۔

۲۔ "وہ اس کے آگے کونپل کی طرح پھوٹ نکلا ہے اور اُس کی جڑ کی مانند جو خشک زمین سے پُھٹتی ہو۔"

یعنی خدا کے سامنے اور اس کی حفاظت کی برکت سے، باوجود اس کے دشمن چاہتے تھے کہ نسلِ محمدیؐ نہ باقی رہے لیکن خدا نے اس کی نسل کو بچایا اور اُسے برومند کیا۔ اور وہ بچے کی طرح چڑھا بڑھا اور نشو ونما کیا،

اور "اُس جڑ کی مانند جو خشک زمین سے پنپتی ہو۔"

اشارہ یہ ہے کہ جیسا اسمٰعیلؑ تنہا زمینِ خشک مکہ میں جہاں آب و گیاہ کچھ نہ تھی، زندہ رہے اور بہ لطفِ پرورشِ الٰہی بڑھے اور صاحبِ نسل ہوئے اور ہر ضرر سے خدا نے انھیں محفوظ رکھا۔ اُسی طرح اس کی نسل کو بھی جملہ آفات سے محفوظ رکھ کر برکت دی۔

یہ تاویل موافق ترجمۂ اُردو تورات کے ہے، لیکن عبرانی تورات کا معنی لفظی یہ ہے کہ اُس کی جڑ، زمینِ صیۃ ہے، اور "صیۃ" لفظِ عبرانی بہ کسر صاد و فتح یائے مثناۃ تحتانیہ مشددہ، بہ معنی اُس زمین کے ہے جو غیر مزروعہ اور خشک و خراب ہو۔ اور اس کی بنا پر صاف معنی اس کے یہ ہیں کہ جڑ اس کی زمین مکہ ہے یعنی اسمٰعیلؑ ہیں جو کہ اصل الاصل اور اس زمین کے رئیس ہیں، جن کے لیے حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا:

"رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔"

پس یہ بیان اس کا ہوگا کہ وہ اولادِ اسمٰعیلؑ سے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں اسی آیت میں:

"اُس کے ڈیل ڈول کی کچھ خوبی نہ تھی اور نہ کچھ

رونق کہ ہم اُس پر نگاہ کریں، اور کوئی نمائش بھی
نہ تھی کہ ہم اُس کے مشتاق ہوویں۔" فقط

یہ بیان اس کا ہے کہ اسباب رجوع اہلِ دُنیا اُن حضرت کے پاس جمع نہ تھے، نہ حُسنِ ظاہری ایسا جس پر اہلِ دُنیا فریفتہ ہوں، نہ رونق مالِ دنیا کی جسے کوئی دیکھے، نہ نمائش سلطنت و حکومت کی جس سے اُن کی اطاعت کا اہلِ دُنیا کو اشتیاق ہو، غرض وہ دنیا میں بہ کمال بے اسبابِ دُنیا اور تمام زُہد رہے۔

۳۔ "وہ آدمیوں میں بے نہایت ذلیل و حقیر تھا۔"

یہ اشارہ اس کا ہے کہ جیسا مرتبہ اُن کا خدا کے سامنے بڑا تھا، اس کے مقابل آدمیوں میں وہ ذلیل و حقیر تھے کہ کوئی اُن کے مرتبے کو پہچان نہ سکتا تھا۔ پھر فرماتے ہیں اسی آیت میں:

"وہ مردِ غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔"

یہ لفظ "مرد" دلالت کرتا ہے اس پر کہ وہ صاحب صفات کمالیۂ رجالؑ فتوت اشجیہ وجوان مردی بشہادتِ "لافتیٰ الاّ علی لاسیف الاّ ذوالفقار" بہ ضمیمۂ "الولد سِرٌّ لابیہ" کہ عمدہ اس کی شجاعت و صبر ہیں، اِس دُنیا میں بہت مبتلائے آزار و آلام جسمانی ہوا۔ پھر فرماتے ہیں:

"لوگ اُس سے گویا روپوش تھے۔"

اِس میں لفظ "گویا" دلالت اس پر کرتا ہے کہ روپوش نہ تھے، بلکہ

اہل اسلام سب سامنے موجود تھے، لیکن جس طرح بھاگی ہوئی فوج مدد نہیں کرسکتی، مسلمانوں نے بھی اُس کی نصرت و مددگاری نہ کی۔ اس کا نتیجہ جو ہوا اُسے فرماتے ہیں:

"اس کی تحقیر کی گئی اور ہم نے اُس کی کچھ قدر نہ جانی۔"

یہ فقرہ کتنا مناسب ہے اس سے جو زیارتِ ناحیہ میں ہے:

"اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُتِکَتْ حُرْمَتُہٗ۔"

"اُس کی (کچھ) قدر نہ جانی۔"

یعنی یہ نہ سمجھے وہ کہ یہ سردارِ جوانانِ اہلِ بہشت ہے۔ اس کے ساتھ حقِ مودّت و اطاعت ادا کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اسے ذلیل و قتل کریں۔ پھر فرماتے ہیں:

۴۔ "یقیناً اُس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کا بوجھ اپنے اوپر چڑھایا۔"

یہ تصریح اُس کی ہے جو اُن حضرتؑ نے مغفرتِ اُمت کے واسطے اپنی شہادت پسند کی اور سب کے سُبک ہونے کو بارِ معاصی اُن کا خود اٹھایا، یعنی عفوِ معاصی کے لیے بارہائے گرانِ شہادت کا تحمل فرمایا۔ اور علمِ کلام میں یہ منقح ہوا ہے کہ یہ حضرات بہ وجہ عصمت و کمالاتِ ذاتی ہر قسم کے ثوابِ اُخروی و درجاتِ عالیہ پر فائز ہیں۔ پس اُن کے اعمالِ حسنہ اور مصائب و متاعب و آلام پر جو ثواب مترتب ہوتا ہے وہ اُن کے اتباع کی طرف عود کرتا ہے، جیسا کہ مفادِ عبارتِ شرح بابِ حادی عشر کا ہے اور یہی لِم ہے ان حدیثوں کی جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شہادت ہمارے گناہوں کی بخشش کے لیے ہوئی۔ فافہم۔ پھر فرماتے ہیں:

"پر ہم نے اُس کا حال یہ سمجھا کہ وہ خدا کا مارا کوٹا
اور ستایا ہوا ہے۔" فقط

یہ اشارہ اُس کا ہے جو اہلِ فوج یزید اور شام کے رہنے والے یا اتباع اُن کو کہتے تھے کہ (امام حسینؑ نے) امام زماں (یزید) پر خروج کیا تھا اس سے اُس کی پاداش میں مبتلا ہوئے۔ حاصل یہ کہ اُن حضرت کو العیاذ باللہ مجرم و خاطی قرار دیتے تھے۔ علاوہ یہ کہ یہ کنایہ ہے اس سے کہ از بس کہ حسبِ مصالح خدا نے دشمنانِ حضرتؑ کو اُن کے شہید کرنے سے باز نہ رکھا تو گویا کہ خود شہید کیا، یعنی مانع نہ ہوا باوجود قدرت، اس لیے کہ پھر ظلم خدا لازم آتا کہ وہ نیک یا بد امر کو بہ جبر چاہتا ہے۔ بلکہ عدالت کا مقتضا یہی ہے کہ دارِ تکلیف میں سب کو مطلق العنان رکھے، فقط نیکی اور بدی بتا دے۔ جو چاہے نیکی کرے اور جو چاہے بدی کرے۔ اور یہی معنی ہیں اُن حدیثوں کے جن میں وارد ہے کہ خدا نے چاہا کہ حضرتؑ کو مذبوح اور اُن کے اہلِ بیت کو اسیر دیکھے۔ یعنی یزید نے چاہا شہید کرنا اور خدا نے چاہا اُن کا شہید ہو جانا۔ پس بہ جبر مانع یزید نہ ہوا اور اس سے سلبِ توفیق کر لی۔ فتأمل۔ پھر فرماتے ہیں اس کی نفی میں:

۵۔ "پر وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھائل کیا گیا
اور ہماری بدکرداریوں کے باعث کچلا گیا۔ ہماری
ہی سلامتی کے لیے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس
کے مار کھانے سے ہم چنگے ہوں۔" فقط۔

اس آیت میں بیان اس کا ہے کہ جو لوگوں کو یہ خیال و گمانِ فاسد تھا

کہ وہ حضرتؑ خود خاطی تھے، وہ غلط ہے۔ محض سبب شہادت کا اُن حضرتؑ کی یہ تھا کہ اُمت کے بخشوانے کو وہ حضرتؑ متحمل ان شدائدِ عظیمہ کے ہوئے جن کے بعض کا بیان یہ ہے کہ گھائل اور زخمی ہوئے اور کچلے گئے۔ اور وہ حضرت ہرگز اِس قابل نہ تھے کہ سیاست اُن سے متعلق ہو، لیکن محض اس لیے کہ اُمت کو آتشِ دوزخ سے نجات ہو اور گنہگار بخشے جائیں وہ حضرتؑ خود ان بلاؤں کے متحمل ہوئے۔ پھر فرماتے ہیں:

۶۔ "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھرا۔ پر خداوند نے ہم سبھوں کی بدکاری اُس پر لادی۔" فقط۔

یہ بیان اُس کا ہے جو اختلاف اُمت میں واقع ہوا۔ اور اکثر نے راہِ راست کو چھوڑ کر موافق اپنے خیالات کے طریقہ اختیار کیا۔ پھر فرماتے ہیں:

۷۔ "وہ تو نہایت ستایا گیا اور غم زدہ ہوا تو بھی اُس نے اپنا مُنہ نہ کھولا۔ وہ جیسے برّہ جسے ذبح کرنے لے جاتے (ہیں)، اور جیسے بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے آگے بے زبان ہے، اسی طرح اس نے اپنا مُنہ نہ کھولا۔" فقط۔

یہ بیان اُس کا ہے جو اُن حضرت پر شدائد بیعت یزید کے لیے ہوئے لیکن بجز صبر اُن حضرتؑ نے کسی طرح اقرار بیعت کا نہ کیا۔

۸۔ "ایذا دے کے اور اُس پر حکم کر کے وے اُسے
لے گئے، پر کون اُس کے زمانے کا بیان کرے گا کہ
وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔ میرے گروہ
کے گناہوں کے سبب اُس پر مار پڑی۔" فقط۔

اس آیت میں پہلے اشارہ اُس کا ہے کہ جو اُن حضرتؑ کو مجبور و بےکس کر کے از مدینہ تا کربلا لے گئے، اور وہاں لے جا کر بہ انواع شدائد و مصائب مُبتلا کر کے شہید کیا۔ اور بعد اس کے محل تأسّف میں فرماتے ہیں کہ:

"پر کون اُس کے زمانے کا بیان کرے گا۔"

یعنی جو اُس کو رنج و آلام پہنچے اُس کا کون بیان کر سکتا ہے۔ کیونکہ درد کا بیان صاحبِ درد خوب کر سکتا ہے۔ پھر وہ تو باقی نہ رکھا گیا، اُسے تو زندوں کی زمین میں کہیں رہنے کو جائے امان ہی نہ ملی، اُسے تو مار ہی ڈالا۔ اگر زندہ رہتا تو اپنے زمانے کی مصیبتوں کو کہتا۔ اُسے تو اپنے مصائب کے کہنے کی بھی مہلت نہ ملی کہ صفحۂ زمین سے اُسے کاٹ کر نابود کر دیا۔ اور جو فرمایا ہے کہ:

"میرے گروہ کے گناہوں کے سبب اُس پر مار پڑی۔"

یہ اشارہ اس کا ہے کہ جو کفار عداوت ہائے دیرینہ بہ نسبت رسولِ خدا و علی مرتضیٰ علیہما السلام کے رکھتے تھے، بسبب اس کے کہ اُن حضرتؐ نے بدر وغیرہ کے جہادوں میں اُن کے اسلاف کو مارا تھا، اور اس قتل کو کافروں کے، وہ اپنے کفرِ اصلی سے بُرا اور گناہ جانتے تھے اور ہمیشہ اُس کے عوض کے لینے کی گھات میں رہتے تھے، اور وہ عداوت اپنی روزِ عاشورہ سید الشہداءؑ کے ساتھ نکالی۔

بالجملہ "گروہ" سے مُراد نبیؐ اور امامؑ ہیں اور "گناہ" سے مُراد وہ افعال ہیں جنھیں کُفار اپنے زعم میں گناہ و خطا جانتے تھے، یعنی یہ اس کا بیان ہے کہ یہ کاٹنا اور مارنا بہ سبب کینۂ کُفر کے تھا جو ایسی بے دردیاں کی گئیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

"ظغائن بدر بعد ستین اظہرت ...." الی آخر قول الشاعر۔

اور یزید پلید نے بعد اس کے کہ سر جناب سیّد الشہداءؑ کا مع سرہائے شہدا اور اہلبیتِ رسالت کے اپنے سامنے منگوایا تو اشعار پڑھے ہیں بہت خوشی کے ساتھ، اور وہ یہ ہیں:

لعبت ھاشم بالملک فلا　　　خبر جاء ولا وحی نزل

یعنی کھیل کیا تھا بنی ہاشم نے ملک کے ساتھ۔ نہ کوئی خبر آئی تھی اور نہ وحی نازل ہوئی تھی، یعنی رسالت وغیرہ سب جھوٹ تھی۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا　　　جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش کہ ہمارے بزرگ جو جنگِ بدر میں مارے گئے آج ہوتے اور دیکھتے خوف و اضطراب بنی خزرج کا نیزوں کے پڑنے سے، یعنی دیکھتے کہ کس طرح اصحابِ امام حسینؑ مقتول ہوئے۔

لاھلوا واستھلوا فرحا　　　ولقالوا یا یزید لا تشل

ہر آئنہ خوشی میں آکر شور کرتے اور کہتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ کبھی شل نہ ہووے، یعنی تو نے خوب بدلہ لیا روزِ بدر کا۔

فجزیناھم ببدر مثلھا　　　واقمنا مثل بدر فاعتدل

پس لیا ہم نے اُن سے عوض بدر کا مثل بدر کے، اور برپا ہے ہم مثل بدر پس برابر ہوئے۔ یعنی جس طرح وہ لوگ بدر میں غالب آئے تھے اسی طرح آج ہم اُن پر غالب آئے اور وہ ہم برابر ہو گئے۔

لست من خندف ان لم انتقم　　　من بنی احمد ما کان فعل

نہ ہوں میں اولادِ خندف سے اگر بدلہ نہ لوں میں آلِ محمدؐ سے اُس چیز کا جو اُنھوں نے کیا تھا، یعنی جس طرح سے اُنھوں نے ہمارے باپ داداؤں کو قتل کیا تھا اُسی طرح اگر میں اُن کی اولاد کو نہ قتل کرتا اور بدلہ نہ لیتا تو میں بنی خندف سے نہ ہوتا۔ فقط۔

بالجملہ بہ حکمِ خدا قتلِ کفار کا جو جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اِس فعل کو کفار نے بُرا جان کر اس کا عوض اُن کی اولاد سے لیا تھا جیسا کہ وہ مقولۂ یزید پلید سے ظاہر ہوا۔ اسی کو جناب اشیاؑ فرماتے ہیں:

"میرے گروہ کے گناہوں کے سبب۔"

یعنی جن افعال نبی کو جو میرے گروہ انبیا سے ہوئے تھے اور اسے کفار گناہ اور بُرا سمجھتے تھے، وہ مارا گیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ بہ نسبت جناب رسولِ خدا کے کلامِ کفار کو نقل کر کے فرماتا ہے:

"لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ الخ"

کیونکہ اپنے محل پر ثابت ہے کہ نبی معصوم ہیں، پھر اُس کے ساتھ مغفرتِ ذنوب کیسی۔ ولیکن، مُراد اس سے مغفرت اُن افعال کی ہے جنھیں کفار گناہ کہتے تھے۔ اور جب یہ ممہد ہو چکا تو جاننا چاہیے کہ اِشعارِ اشعار سابقہ ساتھ کفرِ یزید پلید کے محلِ تامل نہیں، اور اسی مقام سے حل ہوتے ہیں معنیٔ حدیث مشہور بلکہ متواتر:

"سیعود الاسلام غریباً کما بدء اول مرۃ غریباً۔"

یعنی عنقریب اسلام اُسی غربت و کربت کی طرف عود کرے گا

کہ جس سے ابتدا اُس کی ہوئی تھی۔

تفصیلِ اجمال و توضیحِ مقال اس عنوان پر ہے کہ اکثر فریقین اسے متعلق اشراطِ ساعت سمجھے ہیں کہ آخر زمانے میں ضعفِ اسلام ہو جائے گا یہاں تک کہ حضرت صاحب الامرؑ اس کی مدد فرمائیں گے۔ اور ظاہرا یہ پیشین گوئی معرکۂ کربلا میں پوری ہو گئی۔ اور موید اس کے دخولِ حرفِ تقریب ہے "یعود" پر حدیثِ مذکور میں۔ اور تفصیلِ اجمال یہ ہے کہ از راہِ تجربہ و دقتِ نظر جیسا کہ والدین سے ایک جسمانی جزو یعنی نطفہ جدا ہو کے مبدا رِ خلقتِ فرزند ہوتا ہے اور اسی سبب سے غالباً اولاد کو مشابہت جسمانی رنگ و صورت وغیرہ میں والدین سے ہوتی ہے، اُسی طرح ایک جزوِ روحانیٔ والدین بھی نطفے کے ساتھ منفصل ہو کے مبدا تکونِ روحانیتِ اولاد ہوتا ہے اور اسی سبب سے صفاتِ روحانیہ میں مثل علم و حلم کے اولاد کو آبا و اجداد سے بہ مفادِ "الولد سرٌ لابیہ" مشابہتِ تامہ ہوتی ہے۔

پس جیسا کہ یزیدِ پلید میں جسم و روحِ ابوسفیان کی شرکت تھی، اسی طرح امام حسینؑ میں جسم و روحِ پیمبرؐ کا اجتماع تھا جیسا کہ حدیث: "لحمك لحمی و دمك دمی" کا مفاد ہے۔

اور ابتدائے اسلام نہایت ضعف و غربت و کربتِ جنابِ رسالتمآبؐ سے مقابلِ ابوسفیان میں ہوا کہ اُس کے ساتھ تو تمام قبائلِ عرب اُمڈے ہوئے تھے اور اِدھر ہمارے حضرتؐ یکہ و تنہا بہ معاونتِ حضرت امیرؑ احقاقِ حق فرماتے تھے۔ پس ویسا ہی تھوڑے دن بعد زمانہ پلٹا کہ ایک ابوسفیان کا پوتا، مع اولادِ انھیں قبائلِ عرب کے انھیں صفحاتِ عرب میں درپے حضرتؑ ہوا۔ اور اُس جنابؑ نے اُس کے خوف سے ہجرت عراق کی طرف فرمائی جیسا کہ ان کے نانا نے اس کے دادا کے خوف سے ہجرتِ مدینہ فرمائی۔ اور انحطاطِ مذہب ہوتے ہوتے آخر وہ جنابؑ شہید ہوئے عین

غربت و کربت میں، اور دین اسلام بے حامی و معین ہوگیا۔

الحاصل ظاہر میں اس روداد کی صورت بدلی ہوئی تھی مگر باطن بینوں کے نزدیک گویا پیمبر ہی تو ابوسفیان کے مقابل میں احقاقِ حق فرماتے تھے اور کوئی نہ سنتا تھا یہاں تک کہ انھیں بے بس کر کے شہید کیا گیا۔ پھر فرماتے ہیں:

۹۔ "اُس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی تھی پر اپنے مرنے کے بعد دولت مندوں کے ساتھ وہ ہوا کیونکہ اُس نے کسی طرح کا ظلم نہ کیا اور اُس کے مُنہ میں ہرگز چھل نہ تھا۔" فقط۔

اس آیت میں کئی امر ہیں۔ پہلے فقرۂ اول کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ قبر یعنی وہ گڑھا جس میں دفن کرتے ہیں، شریروں کے درمیان یعنی آدمیوں میں سب کے ظاہر میں بنائی گئی اور بعد اس کے جسدِ شریف جوارِ رحمت میں حق تعالیٰ کے منتقل ہوا، اور "شریر" کہنا ویسا ہے جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے:

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ"

اور کتاب ایوب کے باب نہم کی آیت بست و چہارم میں ہے کہ:

"زمین شریروں کے ہاتھ میں چھوڑی گئی تھی۔"

بالجملہ مطلق انسان اس سے مُراد ہوں اور اطلاق شرارت بہ وجہ عدم عصمت اور ارتکاب معاصی کے ہوا[1]۔ دوسرے معنی اس سے لطیف یہ ہیں کہ کفار نے اسے مار کر

[1] "شریروں کے درمیان" کا اشارہ اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ معرکۂ کربلا کے بعد یزیدی فوج نے اپنے کشتوں کو جن کی تعداد بہت زیادہ تھی، دفن کر دیا تھا (باقی اگلے صفحہ پر)

مثل مجرموں کے زمین پر گرا دیا تھا اور کوئی اس کا دفن کرنے والا نہ تھا، یہاں تک کہ زیبا یہ تھا کہ وہی اشقیا موافق گنہگاروں کے دفن بھی کرتے، لیکن حق تعالیٰ نے اُن کے دل میں یہ ڈالا کہ خود انھوں نے نہ دفن کیا! اور دفن اُن حضرتؑ کا ایسوں کے ذریعے سے ہوا جو کافر نہ تھے، اور امام زمانؑ بہ معجزہ آن کر شریک دفن ہوئے۔ بالجملہ بسبب اس کے کہ وہ حضرت اوروں کے گناہ بخشوانے کو متحمل اُن بلاؤں کے ہوئے تھے، اس لیے تعلق سیاسات کا حیات تک رہا، اور بعد مرنے کے پھر اُن حضرتؑ کا ساتھ انبیائے کرام اور ملاء اعلیٰ کا ہوا۔ اور اس آیت میں گواہی اُن حضرتؑ کی عصمت کی بھی ہے کیونکہ نفی جمیع اقسام ظلم کی، جو انواع معاصی کو شامل ہے، فرمائی ہے، اور اس طرح تصدیق راست بازی کی اُن حضرتؑ کی اس میں کی ہے اور یہ خاص وصف معصوم کا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

۱۰۔ "لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کچلے۔ اُس نے اُسے غمگین کیا۔ جب اُس کی جان گناہ (کی قربانی) کے لیے گذرانی جاوے تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اُس کی عمر دراز ہوگی اور خدا کی مرضی اُس کے ہاتھ کے وسیلے سے بر آوے گی۔" فقط۔

یہ بیان اس کا ہے کہ عوض اس شہادت کے حق تعالیٰ امامت کو اس

(بقیہ صفحہ گزشتہ) پھر اسی میدان کربلا میں جہاں فوج یزید کے شریر دفن تھے، امامؑ کی تدفین ہوئی۔ یعنی ابتدا میں قبر مطہر شرپسند یزیدیوں کے درمیان تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان یزیدی کشتوں کے نام و نشان مٹ گئے اور زمین کربلا اس حیثیت سے یادگار بنی کہ اس میں امام حسینؑ مع انصار مدفون ہیں۔ (نیر مسعود)

نسل حقیقی میں ہمیشہ رہے گا اور اشعار درازیٔ عمرِ جناب صاحب الامر علیہ السلام کا ہے، اور یہ کہ اُن کے وسیلے سے اُن کے شیعوں سے خدا راضی ہوگا اور اُن کے مطالبِ دارین بر آویں گے۔ پھر فرماتے ہیں:

۱۱۔ "اپنی جان ہی کا دُکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا کیونکہ وہ اُن کی بدکاریاں اپنے اُوپر اُٹھالے گا۔" فقط۔

یہ بیان اس کا ہے کہ وہ حضرتؑ اس شہادت کے بعد مستحقِ شفاعت اور مالکِ بہشت ہوئے جسے چاہیں گے داخلِ بہشت کریں گے، اور جس کی شفاعت کریں گے وہ خدا کی درگاہ میں مقبول ہوگی۔ پھر فرماتے ہیں:

۱۲۔ "اس لیے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دوں گا، اور وہ لوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹ لے گا کہ اُس نے اپنی جان موت کے لیے اُنڈیل دی، اور وہ گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا اور اُس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لیے اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔" فقط۔

یہ بیان اس کا ہے کہ بذریعہ اس شہادت کے اُن حضرتؑ نے مدارج

قرب و رحمتِ الٰہی میں ایسی ترقی فرمائی کہ بڑے پیغمبروں کے درجوں میں شریک ہوئے، اور لُوٹ کے مال سے مُراد وہ گنہگار ہیں جو اپنی بد اعمال سے مالِ شیطان اور اس کے اتباع سے ہو گئے تھے کہ وہ انھیں، جو مالِ شیطان ہو گئے تھے، بہ سبب اُن کے حُسنِ اعتقاد کے اس کے قبضہ و تصرف سے نکالیں گے اور انھیں خود بھی بخشوائیں گے اور، شفیعوں پر بھی تقسیم کریں گے کہ وہ بھی بخشوائیں۔ اور یہ سب اس لیے کہ اُن حضرتؑ کو اس کا استحقاق حاصل ہوا ہے بہ سبب اس کے کہ انھوں نے طلبِ رضائے الٰہی میں اپنی جان دی، اور کفّار کی زبان سے اپنے تئیں گنہگار کہلوایا، اور اپنے نانا کی اُمّت کا بوجھ اپنے سر پر اُٹھایا، اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔ فقط۔

اور یہ سب مضامین لفظاً اور معناً اخبارِ اہلِ اسلام میں جنابِ امام حسینؑ کے حق میں مذکور و مشہور و ثابت ایسے ہیں کہ حاجت اُس کے بیان کی نہیں، اسی لیے ہم نے بہ نظرِ شہرت اُن کی تطبیق ان احادیث کے ساتھ نہیں کی۔

maablib.org

فصل دُوسری

اِس بیان میں کہ جنھیں اہلِ توراۃ اور اہلِ انجیل مُبشّر بہ اس بشارت کا کہتے ہیں وہ ممنوع ہے اور اوصافِ بشارت اُن پر راست نہیں آسکتے۔

اور اِس کی تقریر یہ ہے کہ جب ہم اِس پیشین گوئی کے جمیع اوصاف جنابِ سیّد الشہدا خامسِ اصحابِ کساؑ کے لیے ثابت کرچکے تو یہ بھی لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوا اُن حضرتؑ کے دوسرے کے حق میں مثل حضرت یرمیاہؑ پیغمبر، جیسا کہ اہلِ توراۃ کہتے ہیں، یا حضرتِ عیسیٰؑ، جیسا کہ اہلِ انجیل کہتے ہیں، یہ پیشین گوئی راست نہیں آسکتی۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ انبیاء اکثر منکرینِ نبوت اور کُفّار کے ہاتھ سے مارے گئے اور سختیاں اُٹھاتے رہے۔ اُن کا مبتلائے بلا ہونا دستِ کُفّار سے کچھ اعجب نہیں ہے۔ اور پیشین گوئی بہ نسبت اس کے ہوتی ہے جو اعظم و اعجب ہو۔ یہ البتہ لائقِ تعجب ہے کہ نانا کی اُمّت نے کلمہ گو اور متظاہر الاسلام ہونے کے ساتھ اُس نبیؐ کے نواسے کو، جسے نانا نے اپنی زبان چُسا کر پرورش کیا اور بدن اُس کا خونِ رسولِؐ خدا سے

بڑھا اور نانے اسے سردار جوانان اہلِ بہشت کہا اور سب کو جتایا، مگر کس بے دردی سے قتل کیا کہ دنیا میں کوئی اس سختی سے نہیں مارا گیا۔

دوسرے یہ کہ یرمیاہ پیغمبر قتل نہیں ہوئے اور اس پیشین گوئی میں تصریح ہے کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا۔

تیسرے کسی نے بہ نسبت یرمیاہ پیغمبر کے یہ اعتقاد نہیں کیا کہ شفاعت ان کے ذریعے سے ہوگی جیسا کہ فرقۂ اسلام اس پر متفق ہے کہ اس اُمت کی نجات بذریعہ اس شہادت کے ہوگی۔

چوتھے حضرت یرمیاہ انبیائے بنی اسرائیل سے ہیں۔ زمین بے آب وگیاہ اُن کی جڑ نہیں ہوسکتی۔ وہ زمین مکہ ہے جو مختص بہ اسمٰعیلؑ ہے۔

پانچویں جو بشارت اس پیشین گوئی میں ہے کہ وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی، تو کیا ان کی نسل اُن کی ہوئی جسے دیکھیں اور اس کی عمر کیا دراز ہوئی؟ پھر جب اوصاف بشارت منطبق ہی نہیں ہوسکتے تو وہ مبشر بہ کیونکر ہوسکتے ہیں؟

رہا جناب عیسیٰؑ بن مریمؑ کا حال، اُن پر بھی یہ بشارت ہرگز منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ اول تو ان کی جڑ بھی زمین بے آب وگیاہ، جو ارضِ مکۂ معظمہ ہے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ ماں کی راہ سے بنی اسرائیل اور باپ تو ان کے ظاہر ہی نہیں جو ان کے وطنِ اصلی کا لحاظ کیا جاوے۔ جیسا کہ آیۂ کریمہ: "اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ" الخ۔ اس پر شاہد ہے۔

دوسرے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک انجیل کی: وہ یہ ہے کہ مصلوب ہوئے۔ دوسرے اہلِ قرآن کی: وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انھیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا۔ مشابہ ان کا مصلوب ہوا۔ پھر اب قتل بھی صادق نہیں آسکتا اور جو مدعیِ قتل ہیں وہ بھی نہیں کہتے کہ بھیڑے کے مانند ذبح ہوئے۔ کیونکہ مصلوب اور

ذبح میں تغایر ہے، اور اس پیشین گوئی میں ذبح کا لفظ اور برے کی مثال ہے۔ کوئی برے کو مصلوب نہیں کرتا۔

تیسرے، اہلِ انجیل کا مذہب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میں اثباتِ الوہیت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے مجسّم کر کے اپنے تئیں ظاہر کیا تھا۔ اور اس میں صاف اقرارِ عبودیت ہے جیسا کہ فرمایا ہے "میرا صادق بندہ" اور الوہیت اور عبودیت میں مضادت ہے، ایک مادے میں اجتماع محال ہے۔ جو پیشین گوئی برحق بندہ ہے وہ برحق اللہ راست نہ آئے گی۔

چوتھے، اس میں صاف ہے کہ "وہ اپنی نسل کو دیکھے گا۔" اور حضرت عیسیٰؑ کی نسل تھی ہی نہیں۔ اگر کہیں نسل سے مراد اُمّت ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اوّل اصل لفظ میں عدمِ تاویل، دوسرے کلامِ خدا کا حمل معانی عُرفیہ پر ہوتا ہے اور عُرفِ لغت میں کوئی نسل اُمّت کو نہیں بولتا۔

پانچویں یہ کہ موافقِ اہلِ انجیل یہ ثابت ہے کہ پہلے حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہو کر شہید ہوئے، اور پھر تیسرے دن زندہ ہو کر پھرتے رہے زمین پر، اسی عالم میں طولِ حیاتِ ثانوی کے قائل ہیں۔

چھٹے، حضرت عیسیٰؑ کچلے نہیں گئے، نہ اُن کی لاش پر کسی نے گھوڑے دوڑائے جو کچلے گئے کا مصداق ہوں۔

ساتویں، اس بشارت سے یہ ثابت ہوا کہ بوقتِ شہادت بجز صبر و صموت و سکوت کے اور کچھ اس سے ظاہر نہ ہوگا۔ حالانکہ متی وغیرہ سے یہ بھی صفت حضرت عیسیٰؑ کی بہ وقت صلیب ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ صلیب پر انھوں نے بہ طور شکایت و الزامِ خدا، خدا سے خطاب کیا:

"ایلی ایلی لیما صاوختانی۔"

یعنی خداوندا خداوندا ! تو نے اس حال سے مجھے کیوں چھوڑا ؟

پس بہ ایں وجوہ وہ حضرت بھی مُبشّر بہ اس کے معتبر نہیں ہو سکتے۔

اور چوتھا قول کوئی ان اقوالِ ثلاثہ کے سوا اس میں ہوا نہیں ، اور جب دو اس سے باطل ہوئے تو تیسرا ضروری الثبوت ہوگا۔ وہو المطلوب۔

٭

maablib.org

فصلِ تیسریؒ

تصریح میں بعض فقرات پیشین گوئی کے' جس سے بالیقین ظاہر ہوتا ہے کہ سوا ان حضرتؑ کے دوسرا ان کی مراد نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ غرض اس نقل سے یہی ہے کہ جو مراد حضرتِ اشعیاؑ کی تحزن و تاسّف تھا، اس لیے تصریح میں بعض فقروں کی بھی اس کے اس کی رعایت مناسب ہے تا مومنین کو بھی اس کے دیکھنے اور سننے کے وقت رنج و ملال ہو اور رو کر ثواب گریہ حاصل کریں اور راقم اوراق کو بھی خدا رونے اور رلانے والوں کے ثواب میں شریک فرمائے۔ بیدہ الخیر وعلیہ التکلان۔

پس کہتا ہوں میں کہ جب مُبشّر بہٖ بحسب اوصافِ مذکورۂ بشارت معین ہو چکا اور جو احتمال تھے وہ باطل ہو چکے، تو اب مناسب مقام یہ ہے کہ اس پیشین گوئی میں اگرچہ حضرتِ اشعیاؑ نے جملہ مصائب کی طرف اُن حضرتؑ کے اشارہ فرمایا ہے، و لیکن بعض چند فقروں کا کچھ مختصر سا بیان بطور نمونہ کیا جاوے کہ تا اس سے ظاہر ہو جاوے کہ مراد اُن سے سوائے اُن جنابؑ کے دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، اور وہی حضرتؑ مورد ان اوصاف کے بوجہ اکمل ہیں، اسی وجہ سے جناب سید گلگوں قبا اس پیشین گوئی کے

مصداق ہوئے۔

از آں جملہ یہ فقرہ ہے کہ: "وہ مرد غمناک اور رنج کا آشنا ہوا۔" فقط کس کی طاقت ہے کہ اس کا بیان کر سکے کہ ان حضرت نے کیا کیا اذیت اٹھائی اور کیا کیا رنج سہے۔

① پہلا رنج بڑا یہ تھا کہ:

سلطنت و حکومت طغات و فجار سے خلاف حکم کتاب الٰہی و شریعت جناب رسالت پناہی، مسلمانوں میں افعالِ قبیحہ شائع ہوئے ہیں جس سے ان کے جدّ امجدؐ کی اُمت برباد ہو گئی۔

② دوسرا یہ رنج تھا کہ:

باوجود اس کے کہ خود امام اور محبّتِ خدا تھے لیکن بہ سبب اس کے کہ لوگ برسر ضلالت تھے، تدارک نہ کرسکتے تھے اور گمرہی اور ضلالت کو شائع ہوتے دیکھتے تھے اور صبر کرتے تھے۔

③ تیسرا رنج وہ ہوا کہ:

خود ایسے شخص سے بیعت فاسق بے دین کی، طلب کی گئی اور اس میں یہ ستم ہوا کہ اگر بیعت کریں، فہو، و الّا سر کاٹ کر یا قید کرکے بھجوائے جائیں۔

④ چوتھا وہ رنج ہوا کہ:

مدینۂ رسولؐ میں بھی امان نہ ملی اور قبرِ رسولِ خداؐ کی مجاورت ترک کرنی پڑی، اور خوفِ کثرت و قوتِ اعداء سے ترکِ وطن کیا اور مفارقت احباب اور وطن کی کرنی پڑی۔

⑤ پانچواں وہ رنج ہوا کہ:

مکۂ معظمہ میں بھی اطمینان سے رہنے نہ پائے بلکہ اندیشۂ جان سے افعالِ حج کو

غربت سے بدل کر بیت اللہ کو چھوڑ کر صحرا نوردی اور بیابان گردی فصلِ گرما میں چار و ناچار اختیار کی۔

(۶) چھٹا رنج یہ تھا کہ:

جن سے اُمید ایفائے وعدے کی تھی خلافِ وعدہ اُن سے بے وفائی ظاہر ہوئی۔

(۷) ساتواں رنج یہ تھا کہ:

اثنائے راہ میں مسلم ابن عقیل کی خبرِ شہادت سُنی اور اہلِ کوفہ کی نصرت و امداد سے کہ بموجب خطوط اُن کے، توقع تھی مایوسی حاصل ہوئی۔

(۸) آٹھواں رنج یہ تھا کہ:

عبداللہ بن یقطر کی شہادت سے جو برادرِ رضاعی تھے، مطلع ہوئے۔

(۹) نواں رنج یہ تھا کہ:

جب فوج نے جو ہمراہ حُر بن یزید ریاحی آئی تھی محاصرہ کر لیا اور بے بس کر کے زمینِ کوفہ پر اُن حضرتؑ کو پہنچایا۔

(۱۰) اور دسواں رنج کا وقت وہ تھا کہ:

جب گھوڑا زمینِ کربلا پر رکا اور یقین ہوا کہ ہم مقتل پر اپنے پہنچے اور اس وقت سب ہمراہیوں کو اپنے دیکھا اور ہر شہید کی شہادت کا اس میں، کیا احبابؓ عبید اور کیا عزیزان قریب و لبید، یقین حاصل ہوا اور دشمنوں کی قوت اور قاتلوں کی کثرت اور اپنے ہمراہیوں کی قلت ملاحظہ فرمائی۔

اور کربلا پہنچنے کے بعد تو جو آزار و غموم اُٹھائے وہ لکھنے اور پڑھنے میں نہیں آسکتے۔ خدا جانے یا وہ حضرتؑ جانیں جنھیں وہ آزار و غموم کثیرہ پہنچے۔ اُن کے بیانِ مختصر میں کافی ہے قول اُن حضرت کا جو روزِ عاشورہ بار بار فرماتے تھے:

"انا قتیل العبرۃ لا یذکرنی الا استعبر"

یعنی میں کشتۂ اشک ہوں کہ میرے اوپر روویں گے اور آنسو بہاویں گے۔ نہ یاد کرے گا مجھے کوئی مومن مگر یہ کہ روئے گا۔ یا یہ کہ مجھے رُلا رُلا کر شہید کیا ہے۔

بعد اس کے یہ فقرہ بہت درد انگیز ہے کہ:

"اس کی تحقیر کی گئی" فقط۔

حقیقت میں یہ بات ایسی ہے کہ لائق تاسف ہے، خصوصاً جو صاحب عزت و احترام ہو اسی کو عزیز و محترم کی تحقیر کا رنج و ملال زیادہ ہوتا ہے۔ محل غور ہے کہ جسے حق تعالیٰ نے منصب امامت و ریاست کبریٰ کرامت فرمایا تھا اور جس کے لیے رسول خدا نے فرمایا تھا کہ سردار جوانانِ اہل بہشت ہے۔ اور جن کے لیے رضوان دنیا میں پوشاک بہشت لائے، اور جن کا جھولا جبرئیلؑ نے جھلایا، اور جسے لوری میکائیلؑ نے دی اور فرشتوں نے اس کی خدمت (کو) سبب اپنے اعزاز کا جانا۔ اور جس کے اوپر رسولؐ خدا نے اپنا بیٹا فدا کیا اور روزِ عید اس کی سواری کے خود اونٹ بنے اور جن کے لیے فرمایا: "الحسنؑ والحسینؑ امامان قاما او قعدا۔" اور جس کے لیے خدا نے دنیا میں طعام و میوہ ہائے بہشت کو بھجوایا، اور جس کی مودت کو خدا نے اجرِ رسالت قرآن میں مقرر فرمایا، وہ اس لائق تھا کہ حکمرانی سے معطل کیا جائے اور اسے ایک فاسق طاغی بیعت کو اپنے واسطے بہ جبر و قہر طلب کرے اور ڈرایا جائے کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو حکم یزید یہ ہے کہ آپ کو زندہ گرفتار کر کے یا سر کاٹ کر اُس کے پاس بھیجا جاوے؟

بھلا وہ حضرتؑ اس لائق تھے کہ اُن کے نانا کے کلمہ گو بیعت کرنے میں اور نصرت اور مددگاری سے ان کی انکار کریں؟

بھلا وہ اس لائق تھے کہ ان کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور کسی طرف

جانے نہ دیں۔؟

بھلا یہ جائز تھا کہ اس نہر پر سے، کہ جس کے پانی کو سگ و خوک بھی پیتے ہوں، اُن کا خیمہ اُٹھایا جاوے؟

بھلا یہ کیا تھا کہ آب مُباح اُس پر اور اُس کے ہمراہیوں پر بند کیا جاوے اور وہ پیاس سے عیال و اطفال اپنی کے تنگ ہو کر آوے اور پانی کو اپنے عیال و اطفال کے واسطے اُن سے طلب کرے اور کہے کہ میں فرزندِ رسولِ خدا، محمد مصطفیٰؐ ہو کر پیاسا ہوں، اگر تمھارے زعم میں میں قصوروار ہوں تو ان عیال و اطفالِ صغیر نے کیا قصور کیا ہے، اور کوئی متوجہ اس کی طرف نہ ہو؟

وہ اپنی غیرت و حمیت سے حفظِ ناموس کے واسطے اپنے خیموں کے گرد خندق کھدوائے اور اُس میں آگ روشن کرے تاکہ کفار داخلِ حرم سرا نہ ہوں اور اس کے عوض میں کہا جاوے کہ تم نے آگ کی طرف سبقت کی!

امامِ زمانؑ نمازِ فریضہ ادا کرنے کی مہلت مانگے اور اُس کے لیے مہلت نماز کی نہ ملے اور کہا جاوے کہ تمھاری نماز مقبول نہیں!

عرب میں ماں کے نام سے پکارنا عیب ہے، سو ایک ایک اراذل و ادانی "یابن فاطمہؑ" یعنی اے فاطمہؑ کے بیٹے کہہ کر اُسے پکارے!

جو خدا کی طرف سے واجب المودت ہو اُس کا قتل کرنا ثواب سمجھا جائے اور جو جس کے ہاتھ آئے وہ اس سے اس پر ضرب کرے جیسا کہ امام محمد باقرؑ سے ماثور ہے کہ میرے جدِ امجد کو عجب طرح سے شہید کیا؛ تلواروں سے مارا، تیروں سے مارا، برچھیوں سے مارا، لکڑیوں سے مارا، پتھروں سے مارا، اور خنجر سے تو جو کچھ کام کیا گیا وہ ظاہر ہے۔ بالجملہ گویا ایک عبادت تھی کہ جو جس کے ہاتھ آگیا اُس نے اُس سے اذیت پہنچائی۔

اور یہ حال تا وقت شہادت تھا۔ بعد اس کے وہ جسدِ شریف اس قابل تھا

نہ از پروردہ کنار رسولِ خدا کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں؟

جس سر کو پیغمبر خدا آخر وقتِ وفات تک اپنے سینے سے لگائے رہیں وہ اس قابل تھا کہ اُسے خولی شکاربند میں باندھے، اور درخت پر لٹکائے، اور تنور میں رکھے، اور نیزے پر چڑھائے، اور محفلِ یزیدِ لعین میں طشت میں رکھ کر زیرِ کرسی اُس کے رکھا جائے اور وہ ملعون چوب دستی اپنی دانتوں پر اُن حضرتؑ کے لگائے اور کہتا جائے کہ کیا اچھے دانت تھے تمھارے اے حسینؑ!

جسے جناب صاحب العصرؑ یاد کر کے فرماتے ہیں:

"اَلسَّلَامُ عَلَی الثَّغْرِ الْمَقْرُوْعِ بِالْقَضِیْبِ"

اور پھر وہ سر ان شدائد کے بعد بھی دفن نہ ہونے پائے اور باوجود متغیر ہو جانے کے مکہ و مدینہ کو بھجوایا جائے کہ قبرِ رسولؐ پر رکھو اور بیت الحرام میں لٹکاؤ تا اہلِ مکہ و مدینہ کی عبرت کا سبب ہو!

قرۃ العین رسولؐ کی شان کے موافق یہ تھا کہ اُن کے خیمے جلائے جائیں اور بناتِ رسولؐ بے پردہ کی جائیں، اور انھیں نامحرم لوٹیں اور زیور و پوشاک اُن کی چھینیں، اور شترانِ بے کجاوہ پر انھیں اس طرح سوار کریں کہ سید سجادؑ کا ہاتھ بریدہ بی بی کا اُس کی گردن سے بندھا ہو اور نامحرموں کی نظریں اُن پر پڑتی ہوں اور کوچہ بہ کوچہ اور شہر بہ شہر اسی طرح پھرائی جائیں، اور اُن کے وارثوں کے سر نیزوں پر اُن کے سامنے ہوں اور جو اپنے وارث کو یاد کر کے رونے کی آواز نکالے اُس کے سر و پشت پر مار پڑے، اور دربار میں یزیدؔ شناخت کے لیے ہر ایک کا نام پوچھے، اور شامی اُس کی بیٹی کو لونڈی بنانے کے لیے یزیدؔ سے طلب کرے!

پھر کس طرح انبیاءؑ و ائمہؑ اس تحقیر کو امرِ عظیم نہ جانیں اور اس سے متاسف نہ ہوں؟ اسی لیے جناب صاحب العصرؑ بھی اسے یاد کر کے فرماتے ہیں:

"وَسُبِیَ اَھْلُکَ کَالْعَبِیْدِ وَصُفِّدُوْا فِی الْحَدِیْدِ فَوْقَ اَقْتَابِ الْمَطِیَّاتِ تَلْفَحُ وُجُوْھَھُمْ حَرُّ الْھَاجِرَاتِ یُسَاقُوْنَ فِی الْبَرَارِیْ وَالْفَلَوَاتِ اَیْدِیْھُمْ مَغْلُوْلَۃٌ اِلَی الْاَعْنَاقِ یُطَافُ بِھِمْ فِی الْاَسْوَاقِ۔"

یعنی اہل وعیال کو آپؑ کے مثل لونڈی غلاموں کے بندی بنایا اور انھیں بیڑیاں پہنا کر برہنہ اونٹوں پر بٹھایا تھا۔ منہ اُن کے تپشِ آفتاب سے جلتے تھے، اور اسی طرح وہ تشہیر کرائے جاتے تھے، جنگلوں میں اور صحراؤں میں، ہاتھ اُن کے گردنوں سے باندھ کر بازاروں میں انھیں پھراتے تھے۔

اس ترتیب بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگلوں میں اور بیابانوں میں اہلِ حرم کو پہلی ہیئت سے پھراتے تھے اور کوچہ و بازار میں، جہاں معمورہ و آبادی تھی دوسری ہیئت سے پھراتے تھے۔ فلیبك علیه الباکون ولیندب علیه النادبون۔

اور فرمایا ہے کہ: "وہ ہمارے سبب سے گھائل کیا گیا۔"

یہ تأسف بہ نسبت شدتِ زخم کی یاد کے ہے۔ فی الواقع وہ ایسا ہی امرِ عظیم ہے کہ جو کبھی بھولنے کے لائق نہیں اور اخبار و سیر سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص دُنیا میں ایسا زخمی نہیں ہوا کیونکہ روایات بہ نسبت عددِ زخم ہائے جسدِ شریف کے بہت ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ ایک ہزار نوسے اسی زخم سوائے زخمِ خنجر کے بدن پر اُن حضرتؑ کے تھے، اور یہ سب مقدم بدن میں تھے، اس لیے کہ حضرتؑ نے معرکے میں پشت نہیں پھیری تھی۔ اور تیروں کے زخموں کے بیان میں وارد ہے کہ:

"حَتّٰی صَارَ کَالْقُنْفُذِ۔"

یعنی اس قدر زخم بدنِ اقدس پر آئے تھے کہ جیسا ساہی کے بدن پر کانٹے

ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض روایات میں وارد ہے کہ جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"جس وقت میرے پدر بزرگوار اہل حرم کو وداع فرما کر جہاد کو تشریف لے گئے تو میں غش میں تھا جب مجھے افاقہ ہوا اور میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرتؑ بھی جہاد کو تشریف فرما ہوئے اس کے بعد میں نے سنا کہ میرے باپؑ کی تکبیر کی آواز آتی ہے، یعنی حضرتؑ اللہ اکبر، اللہ اکبر بہ آواز بلند فرما رہے ہیں۔ میں نے جانا کہ مشغول جہاد ہیں۔ بعد تھوڑی دیر کے آوازِ تکبیر حضرتؑ کی بند ہوئی۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید حضرتؑ جہاد سے ماندے ہوئے یا شہید ہوئے۔ ناگاہ جس خیمے میں کہ میں بستر بیماری پر تھا اُس کا پردہ اُٹھا اور جس طرح کوئی حیوانِ عظیم الجثہ ہو میرے خیمے میں داخل ہوا۔ میں نے نہ پہچانا اور یہ خیال کیا کہ آج صدمہ اہل بیت پر جیسا اور بلائیں متوجہ ہیں اُسی سے یہ بھی کچھ بلا ہے۔ جب وہ مجھ سے قریب ہوئے تو فرمایا کہ: یا علیؑ! کیا حال ہے؟ اُس وقت آواز سے میں نے پہچانا کہ میرے والد بزرگوار ہیں۔"

اور بعض روایات میں وارد ہے کہ کسی شخص نے کثرت عدد زخم پر تعجب سے جناب امام زین العابدین علیہ السلام سے کچھ پوچھا حضرتؑ نے فرمایا کہ:

"زخموں پر زخم تھے" یہاں تک کہ فرمایا کہ ایک آنکھ میں سات تیر لگے تھے!

اور بعض فقرات زیارت سے ہے: "السلام علی من کان سریرہ بالسہام" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرتؑ گھوڑے سے گرے تو سوا رخسارے کے اور کوئی عضو پہلے زمین پر نہیں ملاقی ہوا کیونکہ کثرت سے سہام مانع تھے۔

اسے یاد کر کے صاحب العصرؑ فرماتے ہیں:

"اَلسَّلَامُ عَلَی الْخَدِّ التَّرِیْبِ"

پھر بیدادِ شمرِ لعین سے بدنِ اقدس آلودہ بہ خاک ہوا۔ پھر ایسا زخمی کوئی اور ہوا ہے جسے یاد کر کے تاسف کیا جاوے؟

اور اسی سے ہے کہ فرمایا ہے: "اور ہماری بدکاریوں سے کچلا گیا۔"

یہ تاسف نسبت لاشوں کے پامال ہونے کو بہت بجا ہے، اور کسی نبیؑ و امامؑ پر یہ صدمہ سوا اُن حضرتؑ کی لاشِ اقدس کے نہیں گزرا۔

لیکن میرے قلم و زبان کو یارائے تحریر و بیان اس ظلمِ شدید کا نہیں ہے۔ جو اس کی کیفیت گزری اسی قدر سامعین و ناظرین کو خیال کرنا کافی ہے کہ فوجِ یزیدؔ کی کثرت یہ تھی کہ از کربلا تا کوفہ برابر تھی، چنانچہ جب حملۂ حسینیؑ سے پیچھے ہٹتے تھے تو بازارِ کوفہ میں مُنہ کے بل گرتے تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس فوج میں ہر ایک شخص اذیت رسانی ان حضرتؑ کی باعث اپنے تقرب و عزت کا پیشِ حاکم جابر جانتا تھا۔ پھر کس نے تصور کیا ہوگا اور اُس عبورِ فوج میں کیا کیا صدمے جسدِ شریف کو نہ پہنچے ہوں گے جسے یاد کر کے جنابِ صاحب العصرؑ فرماتے ہیں:

"حَتّٰی نَكَسُوْكَ عَنْ جَوَادِكَ. فَهَوَیْتَ اِلَی الْاَرْضِ جَرِیْحًا. تَطَؤُكَ الْخُیُوْلُ بِحَوَافِرِهَا"

یعنی یہاں تک کہ کفار نے تجھے گھوڑے سے گرایا اور زمین پر تو زخمی ہو کر گرا۔ اس وقت یہ حال تھا کہ گھوڑے تجھ پر راہ چلتے تھے اور اپنی ٹاپیں رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرتِ اشعیاؑ نے بھی اسے یاد کیا ہے اور محلِ تاسف میں کہا ہے۔

اور اسی جملہ سے ہے جو فرمایا ہے: "وہ تو نہایت ستایا گیا اور غم زدہ ہوا۔ تو بھی اُس نے اپنا مُنہ نہ کھولا۔" یہ عجب پُر درد فقرہ ہے اور ایسی بات ہے کہ اس کا

بیانِ کتب مصائب ہیں۔ اسے کیا لکھا جاوے، کیونکہ مدینہ منورہ سے ستانے کی ابتدا ہوئی۔ اور وہ زیادہ ہوتا گیا۔ کیا کیا غم اٹھائے۔ کس کس کی لاش پیٹھ پر لاد لاد کر لائے اور مقتل میں یکجا کیں۔ کیسے کیسے رفیق اور دین دار کہ اس میں بعض اصحاب رسولؐ بھی تھے، سامنے مارے گئے اور ان کے غم جدائی میں گرفتار ہوئے۔ چھ بھائی، کیسے جاں نثار و فدائی! دو بھانجے یا زینب سی بہن کے بیٹے، جعفر طیار کے پوتے، دو بھانجے اولادِ مسلم بن عقیل سے، چار بھتیجے قاسم ابن الحسنؑ اور عبداللہ ابن الحسنؑ، بشیر ابن الحسنؑ عقیل ابن الحسنؑ اولادِ برادرِ حسنی۔ تین اپنے بیٹے یا ایک علی اکبر ہم شکل نبیؐ اٹھارہ برس کے، ایک عمر کی دولت، ایک ابراہیم بن حسینؑ کہ راہ چلنے لگا تھا، ایک فرزند شیرخوار علی اصغر۔ یہ سب سامنے مارے گئے، کوئی صفِ جنگ میں لڑ کر، کوئی میدان میں بیٹھے بیٹھے کوئی باپ کی گود میں تیر کھا کر مارا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی فرزند خیموں میں تیروں سے پائمال کر مرے۔

ان سب کا داغِ فراق دلِ پُر درد پر آپؑ نے سہا۔ بھلا اس سے زیادہ اور کون ہو سکتا ہے جسے کیسے کیسے ستایا گیا اور کون ایسے سے زیادہ غم زدہ متصور ہو سکتا ہے؟

اور اسی سبب سے جو فرمایا ہے کہ: "وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے لے جاتے"

یہ عجب پُر درد حکایت کا اشارہ ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں جناب سید الشہداءؑ گھوڑے سے پہلے گرے تھے وہ مقام بلند تھا اور مشرف خیمہ ہائے حرم محترم پر تھا کہ حضرتؑ اس حال میں بھی آنکھیں پھیر پھیر کر اُس طرف دیکھتے تھے کہ سامنے بہنیں اور بیٹیاں اور بی بیاں کھڑی تھیں۔ چنانچہ اس کا بیان زیارتِ ناحیہ میں اس طرح فرمایا ہے:

"قَدْ رَشَحَ لِلْمَوْتِ جَبِيْنُكَ وَاخْتَلَفَتْ بِالْاِنْقِبَاضِ وَالْاِنْبِسَاطِ شِمَالُكَ وَيَمِيْنُكَ"

یعنی پیشانی پر تیری موت کا پسینہ آچکا تھا اور جانب راست و چپ تیرے بدن کے سمٹنے اور پھیلنے میں مختلف ہو چکے تھے، یعنی انگڑائیاں لیتے تھے، اور عالم احتضار تھا۔

"تُدِيرُ طَرْفاً خَفِيّاً إِلَى رَحْلِكَ وَبَيْتِكَ۔"

اور گوشۂ چشم سے بہ نظر پوشیدہ تو اپنے منزل وخانہ کو دیکھتا تھا۔

بالجملہ جب یہ حال شمر ملعون نے دیکھا تو وہاں سے دوسری جگہ جو اس کے قریب اور نشیب میں تھی اپنی مُراد حاصل کرنے کو اُن حضرتؑ کو بہ کمال بے ادبی و بے دردی لایا۔ اُسے یاد کر کے حضرتِ اشعیاؑ فرماتے ہیں کہ" وہ جیسے برہ جسے ذبح کرنے لے جاتے۔" اور اس ہیئت کا بیان جو شاعر عرب نے کیا ہے، یہ ہے:

"واضعاً فوق التراب خدہ

ینادی ایا جداہ ھل انت تعلم

یعنی پہلو کے بھل اُن حضرتؑ کو زمین گرم پر گرا دیا اور اس وقت وہ مظلومؑ اس طرح پکارتے تھے کہ کیوں ناناجانؐ! آیا آپ کو معلوم ہے کہ مجھ پر کیا ہو رہا ہے یہ آپ جانتے ہیں کہ میں آلودہ بہ خاک وخون ریگِ گرم پر پڑا ہوں۔

وینحر نحری والظلوع محطم

اور یہ ظالم مجھے ذبح کر رہا ہے اور میری پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں۔

اور جناب امام رضاؑ اس ہیئتِ ذبح کو حدیث ریان بن شبیب میں اس طرح فرماتے ہیں:

"فَإِنَّهُ ذُبِحَ كَمَا يُذْبَحُ الْكَبْشُ۔"

یعنی جدِ امجدؑ میرے اس طرح ذبح کیے گئے جس طرح قصاب برے کو یعنی دُنبے کو ذبح کرتا ہے۔

اور جناب صاحب العصرؑ اُس ہیئت کا بیان یاد کر کے اس طرح فرماتے ہیں کہ:

"وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰى صَدْرِكَ، وَمُولِغٌ سَيْفَهُ عَلٰى نَحْرِكَ."

یعنی شمرِ لعون تیرے سینے پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار تیرے ذبح کرنے کو برہنہ کیے ہوئے تھا۔

"قَابِضٌ عَلٰى شَيْبَتِكَ بِيَدِهِ، ذَابِحٌ لَكَ بِمُهَنَّدِهِ."

ریشِ سفید تیری اپنی مُٹھی میں مضبوط پکڑے ہوئے تیغ ہندی سے اپنی تجھے ذبح کرتا تھا - تیغ ہندی سے مُراد خنجر ہے۔

"قَدْ سَكَنَتْ حَوَاسُّكَ وَخَفِيَتْ اَنْفَاسُكَ وَرُفِعَ عَلَى الْقَنَاةِ رَاْسُكَ."

اِس سے تیرے حواسِ خمسہ ساکت ہوئے اور سانس کی آمد و رفت تیری پوشیدہ ہوئی اور سر تیرا نیزے پر چڑھایا گیا۔ فقط۔

اب اس بیان سے یقین ہے کہ عقلا کو حقیقتِ امر بخوبی واضح ہوگا کہ ایسی ذبح کسی کی نہیں ہوئی۔ نہ یہ غم و آزار کسی نے اٹھائے جس سے مُبشّرِ بہ اس بشارت کا کوئی اور ہو سکے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

: تمت :

maablib.org

ادارۂ تحفظ اسلام کراچی پاکستان